پروفیسر لطف الرحمٰن کی نظم گوئی صنم آشنا کے حوالے سے:

ڈاکٹر محمد کلام
اسسٹنٹ پروفیسر۔ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن
پورنیہ یونیورسیٹی، پورنیہ بہار

ملخص

پروفیسر لطف الرحمٰن نے اردادب کی نثری وشعری اصناف میں طبع ازمائی کی اور وہ کامیاب رہے۔شاعر کے ساتھ آپ افسانہ نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں اورنقاد کی صف میں بھی نظر آتے ہیں۔ پروفیسر لطف الرحمٰن کے افسانے اس وقت کے مشہور رسائل میں شائع ہوا کرتے تھے۔رسالہ آہنگ میں شائع ہونے والا افسانہ'' قوسین کے درمیان'' نے اردو قاری کو اپنی طرف متوجہ کیا۔اس کے علاوہ آپ کے متعدد افسانے کراچی سے نکلنے والے رسالہ صریر میں شائع ہو چکے ہیں۔لیکن آپ ادب کی دیگر اصناف میں سے سب زیادہ شاعری کی طرف رغبت رکھتے تھے۔لطف الرحمٰن کے مختلف غزلوں کے مجموعے منظر عام پرآ چکے ہیں۔تازگی برگ نوا 1978 میں شائع ہوا دوسرا مجموعہ بوسۂ نم 2008 میں منظر عام پر آیا اور قاری کے درمیان ان مجموعے کے اشعار زبان زد ہو گئے۔

☆☆☆☆☆

پروفیسر لطف الرحمٰن نے غزلوں کے علاوہ متعدد نظمیں بھی لکھیں ہیں جو اس وقت کے رسائل کی زینت ہوا کرتی تھی۔ ہندوستان کے رسائل کے علاوہ بیرون ملک کے رسائل میں آپ کی نظمیں شائع ہوتی تھیں۔ان رسائل میں تحریک، کتاب، ساقی، افکار، شب خون اور صریر وغیرہ شامل ہیں۔نظموں کے مجموعہ صنم آشنا کو خود پروفیسر لطف الرحمٰن نے نہیں شائع کروایا بلکہ ان کی نظموں کو ڈاکٹر شریں زباں خانم ایک جگہ جمع کر کے ترتیب دینے میں کامیاب رہیں۔آپ کے نظموں کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لکھنے بعد اسے شائع کرانے کے لیے نہیں بھیجا کرتے تھے بلکہ اپنی ڈائری اور گھر میں رکھے ہوئے بکس میں محفوظ کر لیتے تھے۔اس تعلق سے ڈاکٹر شریں زباں

خانم لکھتی ہیں کہ:

''ان کی بیشتر نظمیں محض ان کی فطری بے نیازی کی بنا پر اشاعت سے محروم رہیں۔ بہت سی نظمیں ان کی ڈائریوں میں قید رہ گئیں۔ متعدد نظمیں ان کے اسٹیل ٹرنک سے برآمد ہوہیں جن میں ان کے نام آئے ہوئے خطوط محفوظ رکھے گئے تھے۔ ان خطوط کی تلاش و ترتیب کے مرحلوں میں پچاسوں ایسی نظمیں دستیاب ہوئیں جو محروم اشاعت تھیں۔

''جب میں نے لطف الرحمٰن سے ان کی اشاعت کی اجازت طلب کی تو انہوں نے سرسری نگاہوں سے ان نظموں کو دیکھا، پھر ''صنم آشنا'' کے نام کی تجویز کے ساتھ اشاعت کی اجازت مرحمت فرما دی''۔

نظموں کا مجموعہ ''صنم آشنا'' میں آزاد نظمیں، پابند نظمیں، عاری نظمیں اور نثری نظمیں شامل ہیں۔ ''صنم آشنا'' کی پہلی نظم کو پڑھنے کے بعد قاری کو یہ احساس کرنے میں کسی طرح کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے کہ شاعر اپنی پہلی ہی نظم سے ہمیں امید کی روشنی دکھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ''وادی نور'' کے نام سے یہ نظم موضوع کے اعتبار سے اہم ہے۔ ان کی نظموں کے موضوعات پر گفتگو کریں تو بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ ان کے یہاں دیہی تہذیب، ہندوستانی کلچر، بچپن کی یادیں وغیرہ ہیں۔ مثال کے طور پر ان کی چھوٹی سی نظم یاد کا اشعار ملاحظ ہے:

بھولنے والے
تمہیں کچھ خبر بھی ہے
کہ دیوار دل پر
چاندنی راتوں کا عکس
بوسۂ اول کے
تقدس کی طرح پھیلا ہوا ہے۔

اس نظم میں شاعر اپنے بچپن کی یاد کو بیان کرتے ہیں۔ وہیں پروفیسر لطف الرحمٰن اپنے دل کے اس

گوشے کو بھی بیان کرتے ہیں جس سے محسوس ہوتا ہے کہ کوئی ماضی کی کسک ان کے دل میں ٹھیس پہنچا رہی ہے اور اچانک اس کی یاد آ گئی ہو۔نظم کے اشعار ملاحظ ہو:

آج پھر!
کس کی
کالی کالی بھور آنکھوں کی
ایک اجنبی اچٹتی ہوئی نظر نے
تمہاری یاد دلا دی ہے

بچپن کی کسک اور باغ میں گزرے ہوئے لمحات ہر انسان کے حصئے میں شامل رہا ہے۔اس کسک کو پروفیسر لطف الرحمن شعری الفاظ میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

جب پہلی بار
اس نے!
کچے کرشن بھوگ آم کو
شاخ سے توڑ کر
نمک مرچ کے ساتھ مجھے کھلایا
تو
اس کی کوری مسکراہٹ
انچھوئی مہک
الھڑ کنوارے جسم کی تپک
دور تک میرے اندر اتر گئی

بچپن کے کچھ احساسات خاص کر شباب کی دہلیز پر قدم رکھتے ہوئے انسان جو محسوس کرتا ہے اسے بھی پروفیسر لطف الرحمن نے کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:
بچپن کے معصوم بے ساختہ

بے مقصد کھیل کھیلتے کھیلتے
ہم ایک دن
ایک دوسرے کے پسینوں میں نہا گئے
تو ہمارے درمیان
شرم وحیا کی باریک قوسِ قزح
ہوگئی تھی

شاعر نے اپنی شاعری میں انسانی جذبات کی بھرپور عکاسی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پروفیسر لطف الرحمٰن چند سطروں میں اپنے جذبات کو ڈھالنے کا ہنر بہ خوبی جانتے ہیں۔ان کی ایک اہم نظم ''سوچ''جس میں شام ،آکاش، گلاب، پنکھڑی، جگنو وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں اور بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ انسان کبھی خالی ذہن نہیں ہوا کرتا ہے۔انسان جب تنہا ہوا کرتا ہے تو اس کی شام بھی خوبصورت ہوسکتی ہے تو دوسری طرف اداسی کی شام بن سکتی ہے۔شاعر اس نظم میں شام کا استعارہ سانولی سے کرتے ہیں تو دوسری طرف گلاب کی خوبصورتی میں اور بھی چار چاند لگا دیتے ہیں کہ جب گلاب کی پنکھڑی پر اوس گرتا ہے تو اس کی خوبصورتی میں تازگی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔وہیں جگنو کی چمک سے سوچ کا سلسلہ نکل پڑتا ہے۔نظم کا اشعار ملاحظ ہو

اک سانولی سلونی شام
جب۔۔آکاش سے ٹوٹ کر گری
تو گلاب کی پنکھڑیوں پر
اوس کی اک بوند
جگنو کی لو سے جگمگا اُٹھی
اور کوئی دیر تک
کچھ سوچتا رہا

پروفیسر لطف الرحمٰن نے فسادات کے موضوع پر بھی قلم چلایا ہے۔افسانے اور ناولوں میں بہت سے ادیبوں نے اس موضوع کو لکھا ہے۔شاعری کے ذریعہ بھی مختلف شاعروں نے اپنے یہاں جگہ دی ہے۔ پروفیسر لطف الرحمٰن نے بھی فسادات کے المیہ کو اپنی نظموں میں بیان کیا ہے۔ان کی ایک مشہور نظم ''آشوب رانچی کی یاد''جس میں رانچی کے فسادات کا ذکر ہے۔اس نظم میں فسادات کے دوران اپنی جان کی حفاظت کے خاطر بھاگنے

کے واقعات کا بیان ہے۔نظم کا چند اشعار ملاحظ ہو:

جب دریچے سے بھاگ نکلا میں
تب یہ جانا کہ دوستی اس کی
کتنی صدیوں سے میرے سینے میں
ایک خنجر اتارنے کی تھی!

اس نظم میں شاعر انسان کی اصل شکل دکھانے کی ہمت کی ہے۔ ملک میں ہر مذہب کے لوگ ساتھ ساتھ رہتے ہیں لیکن کبھی ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ ساتھ ساتھ رہنے والے مختلف مذاہب کے درمیان نفرت اس قدر ہو جاتی ہے کہ ایک کمرے میں ساتھ ہونے کے باوجود اپنی جان بچا کر بھاگنا پڑ جاتا ہے۔

صنم آشنا کی بیشتر نظموں میں بحر ردیف قافیہ سے آزاد ہیں ان نظموں میں کچھ چھوٹی اور دلکش ہیں، کچھ نظمیں تو نہایت مختصر ہیں، ان نظموں میں شاعر نے اشارے اور کنائے سے کام لیا ہے۔ اکثر نظموں کا مفہوم واضح نہیں ہو پاتا۔ کچھ نظمیں ایسی بھی ہیں جن میں شاعری کا عکس نظر نہیں آتا نہ ہی ان میں دلکشی ہے۔ یوں کہنا بجا ہے کہ لطف الرحمان کی آزاد نظموں میں چند نظمیں ہی قاری کی توجہ کا مرکز بن سکتی ہیں۔صنم آشنہ کے حوالے سے ان کی دلکش اور اثر انگیز نظموں کا ذکر کیا جائے تو ان کی کچھ طویل اور پابند نظمیں اس فہرست میں آتی ہیں۔

نظم نوائے درد لطف الرحمٰن کی بہت دلکش اور پر اثر نظم ہے اس کو پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاعر نہایت مایوس اور غمزدہ ہے۔ اسکی منزل کا کوئی نام ونشان نہیں، زندگی میں تاریکی کا بسر ہو چکا ہے، زمانے والے سبھی ٹھوکر مار کر آگے نکل جاتے ہیں۔نظم میں جس قدر مایوسی ہے اسی قدر دلکشی بھی ہے۔ چند بند ملاحظہ ہو

شب کی غمناک اداسی نے میرے دل کی امید
ناامیدی کی ردا اوڑھ کے سو جاتی ہے
گر کبھی کوئی کرن آس کی لہراتی ہے
میری قسمت کی سیاہی میں بھٹک جاتی ہے

میری صحبتوں سے ہے خورشیدِ درخشاں بیزار

شامِ غم سے میری کترا کے چلے جاتے ہیں تارے
میری راتوں میں نہیں کاہکشاں کے جلوے
یہ خرابہ ہے یہ وہ ایک کاتبِ تقدیر میرے

جو کبھی فصلِ بہار کا نہ ممنون ہوا
بھولے بھٹکے بھی نہ آئی ہے کبھی جس میں نسیم
جس کی آغوش میں مہکی نہ کبھی نکہتِ گل
جس میں آتی ہی نہیں بادِ صبا موجِ شمیم

لطف الرحمٰن کی یہ پوری نظموں غموں میں ڈوبی ہوئی ہے۔نظم کے ہر مصرعے میں ایک ایسی کشش ہے جو قاری کو کئی بار پڑھنے پر مجبور کرے۔جب ادب میں،شاعری میں،انسانی جذبات واحساسات کی ترجمانی ہوتی ہے تو ادب میں ایسی تاثر پیدا ہوتی ہے جو پڑھنے والوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ایک قلم کار جب کچھ تخلیق کرتا ہے تو اس کی تخلیقات کا کچھ حصہ خیالی اور تفریحی ہوتا ہے۔اور جو حصہ حقیقیت نگاری میں آتا ہے ان میں اکثر معاشرے کی ترجمانی ہوتی ہے۔جو خود پر نہیں اوروں پر گزری ہو لیکن شاعر اور ادیب جب خود پر گزری کو ادب کا حصہ بناتا ہے تو وہ ادب لازوال ہوتا ہے۔اس ادب میں دل کشی ہوتی ہے۔حقیقت نگاری ہوتی ہے اثر انگیزی ہوتی ہے۔لطف الرحمٰن کی یہ نظم ان تمام خوبیوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

نظم "میدان حشر "میں بھی غم کا سایہ واضح طور پر نظر آتا ہے اس نظم میں بھی مایوسی کی فضا قائم ہے۔صنم آشنا کی بہترین نظموں میں اسے جگہ دی جاسکتی ہے مگر دل کشی اور اثر انگیزی کے اعتبار سے یہ نظم "نوائے درد،" سے پیچھے رہ جاتی ہے۔لطف الرحمان نے غالب کی شخصیت پر،"نزر غالب" کے عنوان سے ایک نظم لکھی جو یقیناً ان کی شاہکار نظم میں شامل کر سکتے ہیں یہ نظم غیر مردف ہے۔شاعر نے دلکش انداز میں خوبصورت لفظوں سے آراستہ کر کے نظم تخلیق کی۔بقول لطف الرحمٰن

ہیں تیرے کاسہ آواز میں جگر کا لہو
ورق ورق پہ ہے بکھرا ہوا شرر کا لہو
تیری نوا میں امید بریدہ سر کا لہو

ہر ایک لفظ میں پنہاں ہے چشم تر کا لہو
شکست ساز کی گونجی ہوئی صدا ہے تو
دل تباہ سے نکلی ہوئی دعا ہے تو

غالب کی شخصیت پر نہایت خوبصورت نظم تخلیق کر کے لطف الرحمٰن نے غالب کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔اس مجموعہ میں لطف الرحمان کی بہت سی نظمیں صرف تین مصروں میں تحریر کی گئی ہیں ؟ جو چند لفظوں میں پوری نظم مکمل کرتی ہیں۔ان نظموں میں یہ واضح نہیں ہوتا کہ شاعر کیا کہنا چاہتا ہے۔ان نظموں میں،"مفہوم ,"خزاں، خدا، مستقبل، مسرت، طلب، سورج، حسد، محبت، بیوفا، گیان، وغیرہ سرفہرست ہیں۔بہرحال یہ لطف الرحمان کی شاعری کا اپنا رنگ ہے، اپنا انداز بیان ہے، ضروری نہیں کہ اس سے ہر قاری اتفاق کرے۔

ان کی نظموں میں الفاظ کا انتخاب بہت ہی عام وفہم ہے۔ کہیں بھی مجموعہ صنم آشنا میں بوجھل و دقیق الفاظ سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ پروفیسر لطف الرحمٰن نے اپنی شاعری میں سادہ بیانی میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ مجموعی طور پر آپ نثر اور شاعری دونوں صنفوں میں عبور رکھتے ہیں۔وہیں پروفیسر لطف الرحمٰن کا اسلوب اور موضوع ان کی ہمہ جہت شخصیت کا آئینہ ہے۔